شہید کی ماں کی آرزو: تمہارے رستے میں روشنی ہو!

میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا
کہ چارسُو روشنی ہے اور بے شمار آنکھیں
غزالی آنکھیں
میرے لہو میں اتر رہی ہیں
میں پوچھتا ہوں کہ اس نگر میں یہ روشنی کا غبار کیسا؟
ہواؤں میں یہ خمار کیسا؟
فضاؤں میں اک صدا ابھرتی ہے
اور کہتی ہے
یہ شہیدوں کے خون کی مشعلیں ہیں جن سے
نگر نگر میں ہوا چراغاں
یہ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے سروں سے اتری ردا کا
صدقہ!
یہ روشنی سیب جیسے گالوں، گلو میں
نیزوں کو زیوروں کی طرح پرونے سے
ہر دریچے سے آرہی ہے
عجیب منظر دکھا رہی ہے
کہ نقدِ جاں ہاتھ میں ہے اور بے شمار راہی بقاء کے
رستے پہ
گام زن ہیں!
میں دیکھتا ہوں کہ ایک عورت کہ جس کے چہرے پہ
ممتا ہے
کہ جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی رواں ہے
وہ اپنے بچے کی لاش پلکوں کی رہگذر پہ لئے کھڑی ہے
میں پوچھتا ہوں تمہیں ضرورت ہے میرے لفظوں کی
میں لاکھوں لوگوں کے آنسوؤں کو
سسکتی دم توڑتی رتوں کو
فضا میں پھیلے ہوئے دکھوں کو
میں اپنے لفظوں کے زیر و بم سے
اداس چہروں پہ مسکراہٹ بکھیرتا ہوں
تمہیں ضرورت ہو میرے لفظوں کی تو بتاؤ
یہ سن کے اس نے گلاب بچے کا ماتھا چوما
پھر اس کے بہتے لہو میں انگلی ڈبو کے اس نے یہ حرف
لکھے
خدا کرے میرے دکھ سلامت رہیں کہ ان سے
ہمارے رستوں میں روشنی ہے
تمہارے رستوں میں ایک عرصے سے راحتوں اور
سہولتوں نے
گھنے اندھیروں کا روپ دھارا
سہولتوں کا غبار جس نے تمہارے رستے چھپا دیے ہیں
وفا کے تارے بجھا دیے ہیں
یہ مات کھائے کچھ اس طرح سے کہ جتنے منظر ہیں تا بہ
منزل
وہ جگمگائیں، تمہاری آنکھوں میں مسکرائیں!
یہ دکھ وہ شعلہ بنے کہ جس سے کہیں نہ امکانِ تیرگی ہو
تمہارے رستے میں روشنی ہو!

شہید کی ماں

کہیں صبر کی نصیحت کہیں شکر کا ترانہ
ترے آنسوؤں کی قیمت نہ چکا سکا زمانہ

ساحل فروری ۲۰۰۷ء